امجد علی شاکر بی۔ اے۔ بصیر پور ضلع ساہیوال

نقد و نظر

۱۹۷۷ء اقبال کا سال ہے

اقبال اور مُلّا

اقبال بیسویں صدی کے ایک عظیم مفکر تھے، جنہوں نے قومی اصلاح کے لئے اپنے حکیمانہ کلام کو استعمال کیا مگر افسوس صد افسوس کہ تشریح اقبال کا منصب ان برخود غلط قسم کے مفکرین کے ہاتھ میں آ لیا جن کی زندگیاں ہی فکرِ اقبال سے ایک بھونڈا مذاق تھیں جن کی اقبال سے ثریا اور ثریٰ کی نسبت تھی، انہوں نے اقبال کی فکر کو دروغ کی سان پر چڑھا کر جھوٹ کے مذبح میں قتل کرنے میں ذرا شرم محسوس نہ کی ان لوگوں نے تشریح اقبال کے ذریعہ پیٹ کے دوزخ کے لئے ایندھن حاصل کیا مگر فکر اقبال کا حلیہ بگاڑنے کے لئے اپنی عمر کو وقف کئے رکھا اور ایک خود ساختہ سانچے پر اقبال کی فکر کو فٹ کرنے کی عمر بھی سعی کرتے رہے اور فکرِ اقبال کے ریشم میں اپنی بدوضع فکر کے ٹاٹ کے پیوند ٹانکتے رہے جسکی مثال خلیفہ عبدالحکیم کی کتاب اقبال اور ملّا اور فکرِ اقبال ہیں۔ چونکہ شارحین اقبال زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کی دین سے بیزاری کسی سے پوشیدہ نہیں اور وہ لوگ، اس گروہ کے ممتاز فرد تھے کہ جن کے بارے اقبال کی خواہش تھی کہ اگر وہ ڈکٹیٹر بن جائیں تو انہیں گولی مار دیں۔ اس لئے ان لوگوں نے اقبال کے ملّا کے بارے میں کہے گئے اشعار کو ابھارا بلند کیا اور اسے سند بنا کر علماء کے خلاف ہذیان بکنے کا سہارا بنا لیا جسے ہم قلم کا سانحہ ارتحال کہہ سکتے ہیں۔ اقبال کے ان اشعار کو علماء دین کے خلاف استعمال کرنا دورِ حاضر کا ایک بڑا اعجوبہ اور فکر کے ساتھ انتہائی گھٹیا مذاق ہے اور یہ اقبال کے ساتھ کچھ اس قسم کا سلوک ہے، جس قسم کا سلوک ایک نادان بچہ کسی نازک سے کھلونے کے ساتھ کرتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اقبالؒ علماء کا مداح اور ثناخواں تھا اور وہ صرف ان ملّاؤں کے خلاف تھا جنہوں نے اسلام کو بگاڑنے کا منصب سنبھالا ہوا ہے۔ رہا لفظ ملّا، تو آجکل اردو میں یہ اپنے حقیقی معنیٰ میں ہرگز مستعمل نہیں بلکہ جس طرح یار، غار یا خلیفہ کے لفظ کو اردو محاورے میں بڑے غلط معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح ملّا کو بھی۔

اقبال ملّتِ اسلامیہ کے لئے دین کو انتہائی ضروری خیال کرتے تھے جبکہ تا مدہم، اقبال، اکمال، عدہ

کیا جا سکتا ہے۔ تو ذرا سوچئے جو اس قسم کے اشعار کہے، وہ بھلا علماء دین کا مخالف کیونکر ہو سکتا ہے۔ مگر بزعم خویش علماء مگر حقیقتاً جہلا کی تعریف پر تو کسی بھی شخص کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ خود اقبال نے اپنے آپ کو علماء حق کی جاری کردہ تحریک کو جاری رکھنے والا کہا ہے۔

"ابن تیمیہ ابن جوزی زمخشری اور ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی حضرت عالمگیر غازی شاہ ولی اللہ اور شاہ اسمٰعیل شہید نے یہی کام کیا ہے، ہمارا مقصد اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا ہے، اور کچھ نہیں۔" (بضمن اسرار خودی مقالات ص۱۶۱ بحوالہ فیضان اقبال ص۲۴۱)

اقبال تو صرف جعلی صوفیا کے گروہ سے نالاں ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جیسے علماء حق کے معترف خود اس بات کو بالصراحت بیان فرماتے ہیں:

"مجدد الف ثانیؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیا کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔" (لسان العصر کے نام بحوالہ فیضان اقبال ص۹۲)

حضرت مجدد الف ثانیؒ سے علامہ اقبال کی والہانہ عقیدت کسی سے مخفی نہیں آپ بہت کم سفر کیا کرتے تھے مگر جب ایک روز اچانک دل میں حضرت مجدد کے مزار کی زیارت کی تڑپ پیدا ہوئی تو گرمیوں میں سرہند کا سفر کیا اور واپسی پر "حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر" نظم لکھی جو بال جبریل میں شامل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سے آپکی عقیدت کا حال کس سے پوشیدہ ہے آپ اپنی انتہائی وقیع کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے خطبہ چہارم میں فرماتے ہیں:

"ہمارا فرض ہے ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کئے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظام فکر از سر نو غور کریں غالباً یہ شاہ ولی اللہ دہلوی تھے جنہوں نے سب سے پہلے ایک نئی روح کی بیداری محسوس کی۔"
(خطبۂ چہارم تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص۱۴۵)

اسی خطبہ میں ص۱۸۶ پر فرماتے ہیں:

فلاسفۂ اسلام اور علمائے الٰہیات کے درمیان جو مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ انسان کی بعثت ثانیہ پر کیا اس کا جسم بھی پھر سے زندہ ہو جائے گا۔ اس میں زیادہ تر خیال یہ ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے بھی جن کی ذات پر گویا الٰہیات اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا۔"

آخری الفاظ پر غور کیجئے اور اقبال کے ایک مولوی کے بارے میں ستائش کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ اقبال نے کئی دیگر مقامات پر بھی آپ کی توصیف فرمائی مزید براں آپ عبدالوہاب نجدی محمد عبدہٗ جمال الدین افغانی اور دیگر کئی علماء و مصلحین کے مدح خواں تھے۔

یہ تو تھے اقبال کے دور سے پہلے کے علماء اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اقبال اپنے دور کے علماء کے مخالف تھے، تو اقبالیات کا مطالعہ کرنے والے شخص کو اس کا جواب بھی نفی میں ملتا ہے۔ آپ، اپنے دور کے نامور علماء سے مخلصانہ علاقہ رکھتے تھے اور کئی ایک سے نیازمندانہ تعلقات وابستہ تھے، سید سلیمان ندوی جو اپنے دور کے متبحر عالم اور حضرت تھانویؒ کے مرید تھے، اقبال ان کی بے حد تعریف فرماتے تھے، چنانچہ ان کے نام ایک خط میں فرمایا :

"آپ علوم اسلامیہ کی جوئے شیر کے فرہاد ہیں، آپ کا قلب قوی اور ذہن ہمہ گیر ہے، آپ استاذ الکل ہیں" (فیضانِ اقبال ص۲۵۴)

آپ اپنے دور کے ایک عظیم عالم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بہت بڑے مداح رہے، چنانچہ آپ، اسرارِ خودی کے ضمن میں مقالات میں تحریر فرماتے ہیں :

"میں مثنوی مولانا روم کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی کا مقلد ہوں"

مقلد کا لفظ بہت حد تک قابلِ غور ہے، یہ والہانہ وابستگی اور مکمل پیروی کی صورت میں ہی بولا جاسکتا ہے، اور تقلید کے لائق وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو اعلیٰ صلاحیتوں اور ارفع دماغی توتوں کا مالک ہو۔

آپ اپنے دور کے عظیم ترین محدث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے بہت زبردست مداح اور ثناخواں تھے، آپ نے حضرت علامہ سے علمی استفادہ کیا اور ان کو لاہور لانے کی تمنا زندگی بھر دل میں باقی رہی ان سے اقبال کا تعلق ایک تفصیلی مضمون کا متقاضی ہے۔ اقبال نے ان کے متعلق فرمایا :

"سید انور شاہ دنیائے اسلام کے جدید ترین محدثین میں سے ہیں" (انوارِ اقبال ص۲۵۵)

آپ نے اپنی حضرت انور شاہ کی وفات پر فرمایا :

اور ان کے بارے میں اپنے ایک مجموعہ کلام بانگِ درا میں فرمایا :

محل نور تجلی است، رائے انور شاہ — چو قرب، او طلبی در صفائے نیت کوش

حضرت لاہوریؒ حضرت امیرِ شریعتؒ، اور دوسرے ممتاز علماء کرام سے اقبال کے مخلصانہ تعلقات ظاہر و باہر ہیں۔ حضرت السید حسین احمد مدنیؒ کہ جن کے بارے میں اقبال کے اشعار کا سہارا لیکر چند سامراجی اپنے خبث باطن کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے رہتے ہیں اگر انہی اشعار پر غور کیا جائے تو ہر صاحب نظر یہ معلوم کرے گا کہ اس میں بھی اقبال حضرت مدنیؒ کو ایک عظیم انسان سمجھ رہے ہیں، اور جب غلط فہمی دور ہوگئی تو پھر علامہ اقبال نے فرمایا :

"مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدتمند سے پیچھے نہیں ہوں"

(روزنامہ احسان ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء)

یہ اس والہانہ وابستگی اور عقیدتمندانہ شیفتگی کی چند مثالیں ہو اقبال کو علمارِ حق سے تھی ـــ اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال علمارِ حق کا مخالف نہیں بلکہ ان جاہل ملاؤں کا مخالف ہے جنہوں نے دین کو شکم پری کا ذریعہ اور پیٹ، پوجا کا آلہ بنا رکھا ہے اور جن کی حیثیت، دیہات میں کمیروں سے زیادہ نہیں۔

علامہ اقبال دین کو وراثت بنانے والے لوگوں کے بہت مخالف تھے، اور اہلِ اللہ کی بدعمل اولاد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

"افسوس شمال مغربی ہندوستان میں جن لوگوں نے علمِ اسلام بلند کیا ان کی اولادیں دنیاوی جاہ ومنصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہوگئیں، اور آج ان سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا الا ماشاء اللہ۔"

(میراں شاہ کے نام۔ بحوالہ فیضانِ اقبال ص۳)

بانگِ درا علامہ اقبال کے اوّلین دور کی یادگار ہے، اس کے دورِ اوّل کی نظم زہد اور رندی میں اقبال کے مغضوب ملاّ کی تصویر کافی حد تک سامنے آجاتی ہے۔

ایک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی	تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی
شہرہ تھا بہت آپکی صوفی منشی کا	کرتے تھے ادب ان کا اعالی و ادانی
کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوف میں شریعت	جسطرح کہ الفاظ میں مضمر ہیں معانی
لبریز مئے زہد سے تھی دل کی صراحی	تھی تہ میں کہیں دردِ خیالِ ہمہ دانی
کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی	منظور تھی تعداد مریدوں کی بڑھانی

یہ اس ملاّ کی تصویر ہے، جو تصوف کی حقیقت سے آگاہ نہیں اور "پنہاں ہے تصوف میں شریعت" کہنا ہی ان کے ہمہ دانی کے طلسم کو توڑ دیتا ہے اور ان کی جہالت کا راز فاش کر دیتا ہے۔ یہ اس جاہل ملاّ کی تصویر ہے۔ جس نے اسلام کو کاروبار کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور اپنے افعال کی سند کے لئے ایک خیالی تصوّف گھڑ رکھا ہے۔ چوتھا شعر طنزیہ ہے، پانچویں شعر نے پوری وضاحت کر دی ہے کہ یہ زہد ناآشنا ہیں اور دکھاوا ہی ان کے گنج پوشیدہ کی دولت ہے اور صرف دکھاوے کی بیساکھیوں پر اپنی پیری کو کھڑا کر رکھا ہے، اپنے پیٹ کی افزائش کے لئے نئے نئے مسائل کھڑے کرتا ہے تقدس مآبی اور جلالت قدر میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ جہل مرکب کے جال میں پھنسا ہوا ہمہ دانی کا راگ الاپا کرتا ہے۔ یہ آخری شعر اس ملاّ کی حقیقت کو مہرِ نیم روز کی طرح روشن کر دیتا ہے کہ اسکی تمام قیل وقال اور تگ وتاز کا ہدف صرف مریدوں کی تعداد بڑھانا ہی ہے،، اس کے لئے یہ خود اپنی کرامات کو بیان کرتے ہیں اور عقیدتمندوں میں اضافہ کے لئے یہ کسی بھی غیر شرعی حرکت سے گریز نہیں کرتے۔ چونکہ ہمہ دانی کا خیال بھوت بن کر ان کے دماغ پر سوار ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ حق بات سننا بھی

گوارا نہیں کرتے۔

یہ وہ ملّا ہے جسے دیہات میں کمیرے کی سی حیثیت حاصل ہے، اور امامت و امارت، کا تصور اسکے ذہن سے چھو کر بھی نہیں گزرا۔ یہ گروہ ہندوستان دارالاسلام کے فتوے صادر کرتا تھا اور غلام ہند میں اسلام کو آزاد کہتا تھا، ان کی یہ صفت اقبال کی نظم ہندی اسلام میں بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہے۔

اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل   جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و محکومی و نومیدیٔ جاوید   جسکا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد
ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت   ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ان اشعار میں ایک خاص گروہ کا چہرہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اس گروہ نے بدعات کو رواج دیا اور نئے نئے مسائل کھڑے کئے نئی نئی توجیہات پیش کیں اور اختلافات کو پروان چڑھا کر قومی وملّی اتحاد کو لخت لخت کیا اور افراد ملّت کو آپس میں لڑا کر ان کی قوت کار کو ضائع کیا ملا کی جنگ و جدال کی صفت اقبال نے اپنی نظم ملّا اور بہشت میں بڑی خوبصورتی سے بیان کی ہے۔

میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن کر نہ سکا   حق سے جب حضرت ملّا کو ملا حکم بہشت
عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف   خوش نہ آئیں گے اسے حور و شراب و لب کشت
نہیں فردوس مقام جدل و قال و اقول   بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت
ہے بدآموزیٔ ملل کام اس کا   اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت

یہ ملّا بڑا منہ زور اور امّت مسلمہ کیلئے بڑا سخت واقع ہوا ہے، جہاں اسے غیر مسلموں کیلئے آہن و فولاد ہونا تھا وہاں یہ ریشم کیطرح نرم و نازک بن گیا اور اسکے مفاد کی خاطر دین اسلام کو بھی موم کی طرح نازک بنا کر اس کے اشارۂ ابرو کے مطابق ڈھالنے لگا اور ہندوستان دارالسلام کے فتوے دینے لگا اور ساتھ ہی اس کے مخالف یعنی سامراج دشمن اور حریت پسند علماء کے متعلق فتاویٔ کفر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر دیا چنانچہ ان کی کتب اور ان کے تمام صحائف مقدسہ مجموعہ کفریات نظر آتے ہیں، اور ان کی عبارتوں سے کوک شاستروں کی عبارتیں زیادہ سنجیدہ معلوم ہوتی ہیں۔ یہ سب کام کرتے ہوئے انہیں شرم وحیا قسم کی کسی شے کی زیارت کا موقع تک نہ ملتا تھا اور ڈھیٹ پن بے حیائی وغیرہ کا اس قدر وسیع ذخیرہ ان کے پاس موجود تھا کہ جھوٹ بولنا گالی بکنا دشنام اگلنا ان کا روزمرّہ اور پسندیدہ مشغلہ بن گیا۔ اقبال نے جابجا ان ملاؤں کی انہی صفات مقدسہ کی بنا پر ان پر طنز وتعریض کے تیر چلائے، کبھی تو ملّاؤں کے فتویٔ کفر کے جواب میں یہ کہتے نظر آتے ہیں ؎

یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لئے   کہ یک زباں ہیں فقیہان شہر میرے خلاف

اور کبھی فرمایا : ؎

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی

اور کبھی ارشاد فرمایا : ؎

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی ان کا تو سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

ان تمام توضیحات کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اقبال علماء سوء کا دشمن تھا علماء حق کا نہیں۔ اور اقبال کی حقیقت پسندی سے اسی بات کی ہی امید کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اقبال بدعات کو مروج کرنے والے علماء کے زبردست مخالف تھے کیونکہ اس سے وحدت امت کو ضعف پہنچتا ہے، اور وحدت، اقبال کے نزدیک انتہائی اہم چیز تھی چنانچہ اس موضوع پر اقبال نے فرمایا : ؎

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد

ٹنڈر نوٹس

کوٹیشن MSD/96-B مورخہ ۷۹-۱۱-۲۳ ادویات

میڈیکل اسٹور ڈیپارٹمنٹ، صوبہ سرحد کو برائے خریداری ادویات، تمام متعلقہ دواساز اداروں، لائسنس یافتہ فرموں اور ان فرموں سے جو کہ ڈائریکٹریٹ ہیلتھ سے رجسٹرڈ ہیں ادویات ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت، کم سے کم نرخ درکار ہیں۔

کوٹیشن زیر دستخطی کے نام پر رجسٹرڈ اور سیل بند آنی چاہئیں، کوٹیشن وصول کرنے کی آخری تاریخ ۷۹-۱۲-۹ کو دن کے گیارہ بجے تک ہے اور اسی دن ۱۲ بجے دوپہر کھولی جائیں گی۔

ادویات کی فہرست اور دوسری شرائط کی نقل زیر دستخطی کے دفتر سے کسی بھی کام کے دن دفتری اوقات میں وصول کی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر نور محمد
آفیسر انچارج، گورنمنٹ میڈیکل اسٹور ڈیپارٹمنٹ
صوبہ سرحد (سمال انڈسٹریز اسٹیٹ)
کوہاٹ روڈ، پشاور

INF (P) - 1681